14

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت رکھتا ہے اسی لیے وہ ہمیشہ ان کے لیے رحمت و برکت کے سامان مہیا فرماتا ہے

انسان متواتر اس کی نافرمانی اور ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے لیکن وہ پھر بھی ہمیشہ اسے ہدایت کی راہوں کی طرف بلاتا چلا جاتا ہے

(فرمودہ 16 مئی 1958ء بمقام مری)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی: ''اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ''۔1

اس کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے اُس کا ذکر وہ اِس آیت میں اِن الفاظ میں فرماتا ہے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں یاددِہانی کرانے اور تمہیں نصیحت کرنے اور تمہاری طرف اپنی نبوت اور رسالت بھجوانے سے اِس وجہ سے اعراض کر جاؤں گا کہ تم ایک مُسرِف قوم ہو؟ یعنی تمہارا اسراف

اور تمہارا حد سے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ میں تمہیں سزا دوں لیکن میں رحیم خدا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح تم اس سزا سے بچ جاؤ۔ اس لیے باوجود تمہاری نافرمانیوں کے اور باوجود تمہارے اعراض کے اور باوجود تمہارے حد سے بڑھ جانے کے میں ہمیشہ تمہاری طرف اپنی وحی نازل کرتا رہتا ہوں اور تمہیں ہدایت کی راہوں کی طرف بلاتا رہتا ہوں تاکہ تم میں سے جو ہدایت پا سکیں وہ ہدایت پا جائیں اور جنہیں سزا ملے وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے باپ دادوں سے جو قصور ہوا تھا اُس کی ہمیں کیوں سزا دی گئی ہے۔ ممکن ہے اگر ہمارے پاس تیری ہدایت آتی یا تیرے احکام کی طرف توجہ دلانے والا کوئی رسول آتا تو ہم اُن سے زیادہ شریعت پر عمل کر کے دکھا دیتے۔ پس اس الزام سے بچنے کے لیے میں لوگوں کی طرف اپنی تازہ ہدایت بھیجتا ہوں تاکہ ان کو اس اعتراض کا موقع نہ ملے اور وہ اپنی اصلاح کر لیں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اُس کے احکام سے گریز کرنے کی سزا سے بچ جائیں۔

یہ ایک ایسی سچائی ہے جس کا ہر زمانہ میں ہمیں ثبوت نظر آتا ہے مگر پھر یہ دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ کس طرح انسان خدا تعالیٰ کے اس انعام کو ٹھکرا دیتا اور اس کے احکام کی نافرمانی کرنے لگ جاتا ہے۔ ایک انسان جو اپنے اندر کوئی طاقت نہیں رکھتا اور سخت کمزور ہوتا ہے وہ بھی جب کوئی حکم دیتا ہے اور دوسرا شخص اُسے نہیں مانتا تو وہ غصے میں آ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو بھیجا تو ابلیس جیسے لوگ اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے، نوحؑ کو بھیجا تو تمام قوم نے ان کا انکار کیا یہاں تک کہ حضرت نوحؑ خود کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو علیحدگی میں بھی سمجھایا اور مجلس میں بھی سمجھایا، رات کو بھی سمجھایا اور دن کو بھی سمجھایا مگر انہوں نے خدا کے کلام کو قبول کرنے سے ہمیشہ اعراض کیا اور کبھی بھی اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔2 پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، لوطؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، اسحاقؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، یعقوبؑ اور یوسفؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، ایلیاءؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، حزقیلؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، یرمیاہؑ آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو اُن کا انکار کیا گیا، پھر آخر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اُن کا بھی انکار کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت اور قوت کے باوجود اور بنی نوع انسان کی انتہا درجہ کی ناشکریوں اور اعراض کے باوجود انسانوں سے اپنا کلام نہ روکا بلکہ برابر اُن کو یہ انعام دیتا چلا گیا۔ چنانچہ اِس امت میں بھی ہزاروں بزرگ ایسے

گزرے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا رہا اور جن کو اپنی مرضی بتاتا رہا۔ اور اب آخری زمانہ میں اُس نے پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا جن سے وہ ہمکلام ہوا۔ اور آپ کے بعد آپ کی جماعت میں بھی ایسے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں کہ خواہ انہیں رؤیا و کشوف ہوں یا ان پر اللہ تعالیٰ کا الہام نازل ہو بہرحال اُنہیں اِس انعام سے حصہ ملا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اِس رحمت کو جانتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے بندوں پر فضل کرتا اور مشکلات میں ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہ اُس کے فضل اور رحم کی علامت ہے ورنہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے انسان کو ذرا سی بھی طاقت حاصل ہو تو دوسرے کی معمولی نافرمانی پر بھی وہ اتنا بگڑ جاتا ہے کہ اس کا تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے"۔

(الفضل 23 مئی 1958ء)

1: الزخرف: 6

2: قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ (نوح: 6 تا 10)